بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

قارئین اس وقت ریاضِ رمضان سے گذر رہے ہوں گے اور رنگ و نور و نکہتِ فیوض و برکات سے بہرہ مند ہو رہے ہوں گے۔ مبارک گھڑیاں ہیں، رحمتوں کے دن اور نور پاش راتیں، قرآن سے تعلق استوار کرنے والی تراویح اور عرش سے رشتہ جوڑنے والی سحریوں کے وتر۔ اذانیں اور دعائیں، قرآن خوانیاں اور قرآن فہمیاں، افطاریوں کی کھجوریں اور پکوڑے، جلوتوں میں نفس کی لگام تھامنے والے ایمانی صبر کی مسکراہٹیں اور خلوت میں گناہوں کی مغفرت کے لیے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ دعائیں! کیا بہار ہے۔

اس زمانے میں گویا مومن عروسِ دنیا سے روٹھ جاتا ہے، نہ کھانے کا شوق، نہ پینے کی طلب، نہ آرام کی تمنا، نہ دلآرام کی طلب، نہ نیند کا وہ متوالا، نہ لغویات کا دیوانہ، گناہ کے تصور سے لرزاں، نہ شرک کی ہلکی سی چھینٹ دل پہ پڑنے کا روادار، نہ رزق اور عمل میں حرام کی آمیزش کو برداشت کرنے والا۔

نہ دولت کی دوڑ لگانے والوں پر اسے رشک، نہ اسراف کی گلباریوں اور آتش بازیوں سے اُسے دلچسپی، نہ شہرت کی بھوک، نہ گلیمر کا خبط، نہ تصویریں چھپوانے اور جمع کرنے کا جنون، نہ موسیقی کی لہروں پر بہنے کا سودا، نہ اسمگلنگ کا چکر، نہ ہیروئن کا دھندا، نہ رشوت و خیانت کی گندگی اُسے گوارا، نہ کسی پر ظلم کرنے اور کسی کا حق مارنے کی ذلیل روش، نہ عہدہ و جاہ کی تونس، ــــ بس یوں سمجھیے کہ سچا روزہ دار صحیح معنوں

ہیں اللہ والا ہوتا ہے، خدائی فوج — حزب اللہ کا سپاہی — جس کے ذمے یہ معرکہ ہے کہ وہ دعوت کی قوت سے، یعنی صحیح مقصدِ حیات کے لیے بہترین اسلوب، اعلیٰ استدلال، روشن کردار اور خلقِ خدا سے سچی محبت و خدمت کے ذرائع سے دلوں کی سلطنتوں کو فتح کرے — اپنے لیے نہیں، کسی مفاد کے لیے نہیں، صرف اللہ کے لیے — ان مفتوحہ سلطنتوں میں خدا کا قرآنی پرچم لہرا دے اور نبی کی قندیلِ اسوہ روشن کر دے۔ ایسا دل، پہاڑوں سے بڑا، آسمانوں سے بلند اور قشونِ قاہرہ سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ رمضان تو خاص طور پر یہ مقصد رکھتا ہے کہ ہر انسان کا دل قلب سلیم بن جائے۔ روزہ دار کو اپنے دل کو بھی قلب سلیم بنانا ہے اور رشتہ داروں اور محلہ داروں، دوستوں اور ملکی اور ملی بھائیوں اور مسلم و غیر مسلم کی تمیز کے بغیر دنیا بھر کے انسانوں کے قلوب کو قلبِ سلیم میں بدلنا ہے۔ اصل کام اقامتِ دین کا یہی ہے۔ یہ الگ بات کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو تو کچھ فلاح اوپر کی سطح سے بھی نازل ہوتی ہے جو "ظاہر" کو درست کرتی ہے۔ اور دعوت کا کام زیادہ تر باطن کو درست کرنا ہوتا ہے۔ تو مبارک ہو جس نے رمضان کو پایا اور اس کا حق تمام پہلوؤں سے ادا کیا اور قیامت کے دن کی کامرانیاں سمیٹیں۔

رمضان سے صحیح استفادہ وہی فرد اور وہی قوم کر سکتی ہے جو پہلے سے دلی طور پر اس کا استقبال کرے اور خوشی منائے کہ سعادت کا یہ دور اُسے نصیب ہو رہا ہے۔ اس کے لیے تیاری کرے اور پہلے سے دل و دماغ کی فضا کو سنوارے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان ہی سے کمر کس لیتے تھے اور اپنے ذہن و جسم پر رمضان کی فضا طاری کر لیتے تھے۔ بلکہ صحابہ کرام میں بھی ایسی ہی رُوح دوڑا دیتے تھے۔ پوری بستی میں ایسے پُرمسرت خیر مقدمی جذبات کے پھول کھِل اُٹھتے جیسے کوئی عظیم کاروانِ خیر و فلاح وارد ہونے والا ہے۔ ایسی ہی کیفیت اس شعر سے ظاہر ہے کہ ؎

به هر قیمت که می گیرند اخلاص و وفا خوب است.

پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را

گویا نقشہ کسی ویران صحرائی ماحول کا ہے، جہاں آس پاس کچھ جھونپڑے ہیں کسی جھونپڑے والے کچھ متاعِ اخلاص و وفا رکھتے ہیں۔ جس کا کوئی خریدار عام طور پر اجاڑ بیابان میں نہیں ملتا۔ گھر کا بزرگ بچوں سے کہتا ہے کہ وہ دُور کسی قافلے والوں کے آثار ہیں اور گرد اڑ رہی ہے۔ اس کے راستے پر لے چلو اپنی متاعِ اخلاص و وفا کو' بہت عرصے بعد یہ کاروان گذر رہا ہے۔ یہ لوگ جس قیمت پر بھی سودا لیں، ضرور دو۔ بہت اچھا ہوگا۔ ورنہ اور کوئی گاہک کہاں۔

تو کاروانِ رمضان کی آمد پر بھی جنسِ اخلاص و وفا لے کے سرِ راہ آجاؤ، اور یہ قافلہ جس قیمت پر بھی اس جنس کو لیتا ہو، لے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پُرشکوہ قافلے کی ریت یہی ہے کہ متاعِ کامل عیار کے لیے گراں بہا قیمت ادا کرتا ہے ـــ بہ شکلِ مغفرت و جنت!

لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ اوّل تو ہم بہ حیثیت ملت رمضان کا استقبال اس حال میں کر رہے ہیں کہ مسلم ممالک کی سرزمینوں پر بارود باری، خوں ریزی اور تباہ کاری ہو رہی ہے۔ اور اس خلیجی قضیئے نے ہماری صفوں کو پھاڑ دیا ہے۔ ہمارے پیراہنِ اخوت کو تلخ اختلافات نے چاک چاک کر دیا ہے۔ نیز ہمارے ہاں مقامِ ماتم ہے کہ امریکی سامراج از سرِ نو گھس آیا ہے اور لاؤ لشکر کے ساتھ اس نے ایسی مرکزی جگہ پر ڈیرے ڈال دیئے ہیں جہاں سے وہ اکثر بڑے بڑے اسلامی ممالک کی نگرانی کر سکتا ہے، اُن کو فوجی قوت بڑھانے سے روک سکتا ہے، انہیں اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس سے دوستانہ تعلقات رکھنے پر مجبور کر سکتا ہے، اپنی رنگین ثقافتی گندگی کو مردوں، عورتوں اور بچوں کے ذہنوں میں انڈیل سکتا ہے اور حقیقی اسلام جو اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر انتظامِ دنیا کو فلاحِ انسانی کے لیے چلانا چاہتا ہے، اس کی تحریک کو امریکہ فنڈا منٹل ازم کی گالی کا ہدف بنا کر روکنا چاہتا

ہے، وہ محبانِ دین کی پارلیمانی جمہوری مساعی کو ایک تو اُن میں تفرقہ پیدا کر کے غیر مؤثر بنانا چاہتا ہے، دوسرے مخالفِ دین اُمور کو ایوانوں سے پاس کروا کے اور انتظامیہ سے نافذ کروا کے دین کو مجروح کرنا چاہتا ہے ـــ اور اس ساری مہم میں خود ہم مسلمانوں ہی کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ واحد سُپر پاور قرار پانے کے بعد کوسِ لِمَنِ الملک بجاتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کا فرمان جاری کر رہا ہے، جس کا خلاصہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو کمزور کیا جائے اور اسلام کی پیش قدمی کو روکا جائے۔ اس کے مریدانِ باصفا ترقی اور ماڈرن ازم کے علمبردار بن کر بڑی فدویت سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔

اسی کے ساتھ کشمیر سے جو دردناک خبریں طلب گارانِ آزادی کی مظلومیت کی آرہی ہیں، ان کا جو دَور، رمضان سے پہلے تک ہمارے سامنے آیا ہے وہ اتنا دردناک ہے کہ بھارتی فوجیوں کی درندگی اور انسانیت کش رویّے کو عُریاں کر دیتا ہے۔ ہزاروں نوجوان گولیوں سے اُڑائے جا چکے ہیں، ۳۰ ہزار افراد عقوبت خانوں کے وحشیانہ تشدد کی زد میں آکر بعض اعضا اور قوتوں سے محروم، صحت و توانائی سے خالی بلکہ ازدواجی زندگی بسر کرنے کے ناقابل ہو چکے ہیں۔ ادھر ان کے گھروں کو تلاشی کے بہانے نہ صرف لُوٹا جاتا ہے اور خواتین کے ناموس کو بہائمی طریقوں سے اُجاڑا جاتا ہے، بلکہ مکانوں اور بستیوں کو آگ لگا دی جاتی ہے۔

اور کویت کی مظلومی کے نام پر عراق پر چڑھ دوڑنے والے استادِ تہذیب امریکہ کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ۱۹۸۹ء سے آگ اور خون کے طوفان میں غرق ہونے والی قوم کے علاقے میں ریڈکراس، انجمن ہلالِ احمر، سینٹروں اور صحافیوں کے وفود، اقوامِ متحدہ کے مشن بھجوا کر معلوم تو کرے کہ جھیلوں، چشموں اور پھولوں کی وادی میں کیا ہو رہا ہے۔ اُلٹا اس طاغوتی خداوند کو بھارت کی فکر ہے کہ اس کا تیار کردہ

یہ ایجنٹ علاقے میں ذیلی سپر پاور کا پارٹ ادا کرنے میں کوتاہ نہ ہو جائے، لہٰذا کشمیر کے متعلق وہی پرانا راگ الاپا جا رہا ہے کہ بھارت اور پاکستان مسئلے کو بات چیت سے حل کریں۔ یا پاکستان کو یہ انتباہ دیا جاتا ہے کہ خبردار! جو کشمیریوں کی کوئی مدد کی۔

اور پاکستان میں یہ حال ہے کہ شروع میں کشمیر کشمیر کی پکار کا ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ مگر اب سناٹا ہے۔ نہ کوئی ریزولیوشن، نہ جلسہ، نہ مظاہرہ، نہ اخبار والوں کا ایک دن مشترکہ اداریہ، نہ اہلِ قلم سے دستخط لینے کی مہم۔

اب ذرا اپنے گھر کے احوال بھی ملاحظہ کریں۔

ہوٹل پرل کانٹی نینٹل لاہور میں دلہنوں کے مقابلے کی ایک تقریب منعقد ہوئی اس تقریب کی دو تصویریں "جنگ" مورخہ یکم رمضان میں شائع ہوئی ہیں۔ دلہنوں کے مقابلے سے اصل مراد دلہنوں کے لباسوں کی نمائش ہے۔ معلوم نہیں، دلہنیں حقیقی ہیں یا اداکارائیں۔ بہرحال جس قوم کے یہ لچھن ہوں آغازِ رمضان پر، وہ کیا تیر مارے گی۔ تعمیرِ معاش کا معاملہ، دفاعی پوزیشن کی نزاکت، مسلم ممالک سے متعلق خارجہ معاملات اور عالمی سیاست کے جھکڑ، اتنے چیلنج ہیں اور یہاں دلہنوں کے لباسوں کی تقریب سے شہوانی جذبات کی تسکین، بلکہ انہیں بھڑکانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ اُس وقت ہو رہا ہے جب کشمیر کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں خونخوار اور متعصب انسانیت کُش ہندو فوجیوں کی اندھی ہوس کے ٹینکوں کے نیچے پامال ہو رہی ہیں۔

ع شرم اُن کو مگر نہیں آتی۔

دوسرا اذیت ناک واقعہ شیما کرمانی کے ناچ کا ہے۔ رپورٹ یوں شروع ہوئی ہے کہ لاہور میں ۲۲ برس بعد پہلی دفعہ کلاسیکی رقص کا ثواب کمایا گیا۔ فیروز پور روڈ پر واقع ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے آڈیٹوریم میں سوا دو گھنٹے تک ثقافتی تجلیوں

کی لوٹ مچی رہی۔

کہانی یہ ہے کہ سندھ کی قدیم وادی میں (جہاں تیل بھی ہے، ڈاکو بھی اور ثقافت بھی) ایک ممتاز خاتون رہا کرتی تھی، جس کا نام بھیرویں تھا۔ وہ موسیقار بھی تھی، رقاصہ بھی۔ اس کا مجسمہ بھی تیار کیا گیا۔ وہ مجسمہ آثار قدیمہ کو کھدائی میں ملا۔ اس کا نام موہنجوداڑو کی رقاصہ رکھا گیا۔ اس کی قیمت لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے ہو سکتی تھی۔ مگر شہر دلی میں نوادرات کی ایک نمائش کے موقع پر یہ مورتی بھیجی گئی۔ بھارت کے محکمہ آثار قدیمہ نے پاکستان سے یہ مورتی مانگ لی۔ مانگنے کا انداز اتنا خوب صورت تھا کہ دیتے ہی بنی۔

اس تمہید کے ساتھ بڑی لمبی روداد مزے لے لے کر لکھی گئی ہے۔ مثلاً حیات احمد خاں کی تعارفی تقریر میں یہ نکتہ سامنے آیا ہے کہ مغرب میں ہمارے رقص عمودی ہوتے ہیں، ہمارے رقص افقی ہیں۔ ہمارے رقص موہنجوداڑو کی رقاصہ سے لیے گئے ہیں۔ رقاصہ کے شوہر خالد احمد ہیں، جنہوں نے لندن کے ڈراما انسٹی ٹیوٹ سے خصوصی ڈپلومے حاصل کیے۔ وہ بہت اچھی بانسری بجاتے ہیں۔

رقص دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک نرت، جس میں حرکات سے کہانی بنتی ہے، دوسرے نرتی جس میں حرکات سے کہانی نہیں بنتی۔ دونوں قسم کے رقصوں کا مظاہرہ بھی ہوا۔

مغنیہ رقاصہ نے بعض شعرا کا کلام گا کر اس میں اپنے رقص کی جنبشوں کو گوندھ دیا۔ امیر خسرو کے کلام کے علاوہ، فیض احمد فیض کی نظم دشت تنہائی، انگریزی نظم رادھا کا گیت، اور فہمیدہ ریاض کی نظم "۲۳ مارچ" پر رقص مرتب کیے گئے۔ امیر خسرو تو پرانے دور کے ہیں۔ جدید دور میں سے فیض کے ساتھ فہمیدہ کا انتخاب خوب ہے، بس فراز صاحب رہ گئے۔ آخر میں موکشا، یعنی آزادی کا رقص پیش کیا گیا۔ اقسامِ رقص کے بہت سے نام درج نہیں کیے جا رہے۔ رقص ختم ہوا تو حاضرین نے کھڑے ہو کر تالیاں بجائیں۔ غنیمت ہے کہ سجدے میں نہیں گر گئے۔

اس کے ساتھ آپ اخباروں میں آنے والی تصاویر کو دیکھیے، مقابلے کی دوڑ پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی ہے ۔۔۔ ہر روز لڑکیوں اور عورتوں کی تصاویر سجاوٹوں کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔ مسلم لیگی حکومت بھی اتنی "کلچر زدہ" ہے (ہمیشہ یہی حال رہا) کہ وہ ایک فیصلے کے ذریعے اخبارات کو اس سے روک سکتی ہے کہ اس قسم کی تصاویر کے اکسانے والے صفحے وہ یک قلم ختم کر دیں۔ اس سے اخبارات کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

اُدھر اسکولوں اور زنانہ کالجوں میں لڑکیوں کے ڈرامے اور لباسوں کے مقابلے اور ٹیبلو وغیرہ کا طوفان اٹھا ہوا ہے۔ جیسے اس قوم کے دفاع کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔

پھر ٹیلی وژن کے اپنے جو کمالات ہیں وہ تو ہیں ہی، اُوپر سے ملحدانہ کلچر والے ملکوں سے چار چار چینلز بذریعہ سیارگان یہاں کام کرنا شروع کر رہے ہیں۔ اور ڈش انٹینا والے حضرات تو ۲۹ چینلوں پر گندے سے گندے مناظر دیکھ سکتے ہیں۔

افسوس کہ ہمارے ہاں ایسی حکومت موجود نہیں، جو شعاعوں کا اپنا نظام استعمال کر کے اس طوفان کو روک دے۔ ورنہ اغیار ہمارے اندر اُتر کر اپنا پروپیگنڈا کریں گے اور جب کوئی اہم واقعہ مسلمانوں کے متعلق ہوگا یا خود پاکستان کے اندر ہوگا تو وہ ہمارے عوام کے ذہنوں کو جس رنگ میں چاہیں گے رنگ دیں گے۔

کاش کہ اس قوم کو ہوش آ سکے جسے نہ معلوم کب سے کلوروفارم سنگھا دیا گیا ہے۔

ایک اطلاع ہے کہ ۶ راپریل سے لاہور میں صنعتی نمائش منعقد ہو رہی ہے ہر صنعتی نمائش ثقافتی نمائش بھی ہوتی ہے۔ میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ اس میں منکرات و فحاشی کا پُرزور ماحول ہوتا ہے۔ گویا یہ بھی رمضان شریف کا ایک مظاہرۂ احترام ہوگا۔

بیچ میں ایک اور اذیت ناک حقیقت سامنے آئی ۔ پاکستان جس کی ملّتِ اسلامیہ کو اس کے قائد ورہنمائے اوّلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتباہ دیا تھا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ

وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ ...... الخ (المائدہ - ۹۰) اور ان گناہوں کی مزید وضاحت کرنے کے بعد فرمایا: " فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱) کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ جو مجمع سامنے بیٹھا سن رہا تھا وہ پکار اٹھا: قَدِ انْتَهَيْنَا ہم باز آگئے - ہم نے ان گناہوں سے تعلق ختم کر لیا - ایسے لوگ ہوتے ہیں آخرت میں شفاعتِ نبیؐ سے بہرہ مند ہونے والے -

اب سنیے کہ اس فرمانِ خدا و رسولؐ کا جواب ہم کیا دے رہے ہیں :-

پاکستان ۱۹ر مارچ (۲ رمضان) کی خبر ہے کہ پنجاب کے ۴ شہروں کے ۷ ہوٹلوں میں ۸۰ ۲۵ ۸ گیلن شراب اور ۹۰ ۳۹ ۴۱ لیٹر بیئر سالانہ سپلائی کی جاتی ہے - مری میں بیئر اور شراب تیار کرنے کا ایک کارخانہ ہے - صنعتی و معالجاتی ضرورت کے لیے ۵ فیکٹریاں الکوحل یا اسپرٹ بناتی ہیں - یعنی راوی ریان ڈسٹلری لمیٹڈ کالا شاہ کاکو (وفاقی) میسرز کرسینٹ شوگر ملز اینڈ ڈسٹلری فیصل آباد، نون شوگر ملز بھلوال، شکر گنج شوگر ملز جھنگ اور حق سنز شوگر ملز اینڈ ڈسٹلری جیٹھا بھٹا ضلع رحیم یار خان (صوبائی پبلک لمیٹڈ) - لاہور میں بند روڈ کے پاس غالباً فیکٹری شیزان لمیٹڈ ہے جس کی اجازت ایک پارسی کو وفاقی حکومت نے دے رکھی ہے (یہ اطلاع غیر مصدقہ ہے) بظاہر غیر مسلموں کے لیے آواری ہوٹل لاہور، پرل کانٹی نینٹل لاہور، فلیٹیز ہوٹل لاہور، فلشمین ہوٹل راولپنڈی، سیسل ہوٹل مری اور سرینا ہوٹل فیصل آباد شامل ہیں - ہوٹلوں سے شراب اور بیئر کی کوئی مقدار حاصل کرنے میں حکومت کی کوئی پابندی نہیں ؎۱

؎۱ ظاہراً نام اقلیتوں کا ہوتا ہے؛ لیکن اس فشردہ معصیت کا حظ مسلمانانِ کرام بھی خوب اٹھاتے ہیں - اگر کوئی مسلم حکومت ہوتی تو ایک تو شراب سازی کے کارخانے اپنے ہاں قائم نہ کرتی اور نہ کرنے دیتی - نیز کسی مسلمان (باقی صفحہ آئندہ)

ایک مصیبت یہ بھی تو ہے کہ سیاحوں کے لیے شراب اور بدکاری کے انتظامات کر کے ہی اقوام ان سے ڈالر اور پاؤنڈ کماتی ہیں ۔ اس طرح کمائی تو ہو جاتی ہے، مگر قوم کی ایمانی و اخلاقی لحاظ سے بربادی ہو جاتی ہے۔ یہاں تو گناہ کے اور بڑے بڑے کاموں کی آمدنی اسلامی حکومتِ پاکستان کی رگوں میں خون بن کر گردش کر رہی ہے ۔

لکھتے لکھتے آخری لمحے جو تکلیف دہ خبریں سامنے آئیں، انہوں نے پاکستان اور اسلام سے محبت رکھنے والوں کو بڑی اذیت پہنچائی ۔ دہلی سے آنے والی ایک خاتون شکیلہ جو چار بچوں کی ماں ہے مسلم دشمن فضاؤں سے نکل کر اسلامی معاشرے کی فضاؤں میں داخل ہوئی، اُسے مزید دو خواتین کے ساتھ سمجھوتہ ایکسپریس سے اترتے ہی دو مسٹنڈوں نے اپنے آپ کو خفیہ ادارے کا اہل کار ظاہر کر کے ریلوے اسٹیشن سے نولکھا میں اسلم ڈیرے دار کے ہاں پہنچا دیا ۔ وہاں شکیلہ ہوس ناکی کا شکار بنتی رہی ۔ وہاں سے وہ اپنی مظلوم ساتھیوں کے ساتھ بھاگی تو مبینہ طور پر پانچ سو روپے رشوت دے کر تھانہ میں رپورٹ لکھوائی ۔ تھانے والوں نے ملزم وارث خاں کو پکڑا لیکن ۲۵ ہزار روپے رشوت لے کر چھوڑ دیا ۔ بعد ازاں تینوں عورتوں کو شہید گنج لنڈا بازار کے ایک اور ڈیرے دار ڈوگر کے حوالے کر دیا گیا ۔ گذشتہ ۱۹ روز سے عورتیں حراست

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کے ہاتھ اس کی فروخت یا ہدیہ کرنا جرم قرار دیتی ۔ اس جرم پر دونوں فریقوں کو سزا دیتی ۔ اگر بر سرِ عام پی جائے تو اسلام کے پبلک لا کے تحت غیر مسلم کو بھی سزا ملے گی، جو فوجداری جرائم میں مسلمانوں کے لیے ہے ۔ بدقسمتی سے غیر مسلم مہنگے داموں مسلمانوں کے ہاتھ اپنا کوٹہ یا اس کا کوئی حصہ فراہم کرتے ہیں ۔ چاہیے یہ کہ غیر مسلموں کا بھی کوٹہ ہر ۶ ماہ بعد ۱۰٪ کم کر دیا جائے ۔ اس طرح آہستہ آہستہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے ۔ نیز مسلمانوں کے ہاتھ بیچنے کا سلسلہ بھی رک سکتا ہے ۔ کاش کہ کوئی اللہ کا بندہ متذکرہ آئین کا جھنڈا بلند کر سکتا ۔

ہیں ہیں۔ انہوں نے اخباری رپورٹ کے مطابق مدد کے لیے حکومتِ پاکستان سے اپیل کی ہے۔ (نوائے وقت لاہور۔ ۲۸ مارچ ۱۹۹۱ء)۔

مبینہ طور پر جن خبیثوں نے بھارت کے سامنے ہمارے منہ پر کالک ملی ہے کاش کہ کوئی حکمران ان کے گروہ کو پکڑنے کے علاوہ ایسے اڈوں پر بلڈوزر چلوائے اور بھتانے دار کو سو سو کوڑوں کی سزا دے کر نوکری سے نکال دے۔ کیا پاکستان بدمعاشوں کے لیے بنایا گیا ہے؟

دوسرا قصہ "دارالکفالہ" کا ہے جس کے مبینہ حالات پڑھ کر اندازہ ہوا کہ جمہوریت کی فضا میں ایک جہنم یا لاوہ ہے جو دھانے سے تہ تک مظلوموں سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے رہائی پانے والے عبدالعزیز ولد عبدالحمید، عمر یک صد سال پنشنر پاکستان و برطانیہ، اپنے گھر سے ایک عزیز کو ملنے نکلے تو انہیں بھی دو مسٹنڈے گھسیٹ کر ایک جگہ لے گئے، جیسے وہ بھتانہ کہتے تھے۔ پھر اس بزرگ پر جو گذری مار پیٹ، تذلیل، بھوک، پیاس، اسے پڑھ کر سر جھک گیا۔ جہاں ان کو لے جایا گیا دارالکفالہ، وہاں دو منزلہ عمارت کے دو بڑے ڈربوں میں ۲۰۰ سے زائد خواتین، مرد اور بچے رکھے گئے ہیں جنہیں گداگر یا مشتبہ سمجھ کر محبوس کر دیا گیا (نوائے وقت لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۹۱ء)۔

آئی جے آئی کی حکومت، مسلم لیگ یا میاں نواز شریف یا واتیں صاحب جلال میں آکر اس جہنم کے داروغوں کا محاسبہ کریں تو نیکی ہوگی۔ بعد میں نئی نئی باتیں چھپ رہی ہیں، مگر ہم روز کی اخباری اطلاعات کو تو بیان نہیں کر سکتے۔

یہ دونوں مبینہ واقعات رمضان کے پس منظر کے ساتھ کس درجہ وحشیانہ اور کرب انگیز ہیں۔ کس بری طرح ملتِ پاکستان کے افراد ضلالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ شریعت بل کی تیاری کے دوران اس قسم کے مظالم کا قلع قمع کر کے دکھایئے۔

ماہ رمضان اگر ایک شخص کے پیرائے میں ظاہر ہوتا اور اسے جج بنا کے بٹھایا

جاتا تو شاید متذکرہ مجرموں کی جڑیں تک وہی اکھاڑ سکتا۔

---

۱۷ مارچ کی خبر "پاکستان" نے دی کہ لندن میں جشنِ بہاراں کی تقریب میں بھارتی رقاصاؤں کے مجرے ہوئے اور اس میں پاکستانی ہائی کمشنر کی شمولیت کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ آئندہ پاکستان کی نمائندگی کرنے والے کسی شخص کو جرأت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ دیارِ غیر میں اس طرح پاکستان کا وقار گرانے کا باعث بنے۔ امریکہ کا شاگرد بھارت پاکستان کے خلاف ثقافتی یلغار شروع کیے ہوئے ہے۔ جس کا ایک کرشمہ تو بھارتی فلم سازوں کا سرزمینِ پاکستان میں آکر میزبان قوم کے خاص پرستاروں کی نگاہوں میں مقبولیت حاصل کرنا تھا۔ علاوہ ازیں ایک فلم کے لیے کچھ سین بھی فلمائے گئے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی جانوں اور آبروؤں کی تباہی کا کارنامہ انجام دینے والی قوم کے لیے آخر ہمارے دلوں کے دروازے کھلے کیوں؟ ان لوگوں کے ہاں تو عقوبت گاہوں میں ۳۰ ہزار کشمیری جوانوں کی ہڈیاں[۱] توڑی جا رہی ہیں۔ ابھی یوم پاکستان پر ۶ سو کشمیری گرفتار ہوئے۔

لندن ہی، ۱۷ مارچ ہی کی یہ خبر بڑی اندوہناک ہے کہ شعبان کے آخری جمعہ کو ریجنٹ جامع مسجد میں نماز کے وقت فساد ہوگیا۔ جب کہ مشہور نومسلم پاپ سنگر یوسف اسلام نے ایک گروہ کے ساتھ مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے والے مصری، سعودی اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کی اکثریت ہے نہیں

---

[۱] میرے سامنے مظلومینِ کشمیر کی ایسی خوفناک تصویریں ہیں کہ آدمی کے ذہن میں اگر ان کا پورا اثر مسلسل جاری رہے تو ہارٹ فیل ہو جائے۔ یہ تہذیب ہے؟ مذہب ہے؟ جمہوریت ہے؟ انسانیت ہے؟ یا کیا بھارت میں صرف بہائم اور درندے ہی بستے ہیں؟

چاہتی کہ موجودہ نظام میں کوئی تبدیلی ہو اس لیے حملہ آوروں کو ناکامی ہوئی۔ مگر قانونی مجبوری کے تحت مسجد کے منتظمین نے پولیس کو بلوایا اور برٹش پولیس کی نگرانی میں نماز پڑھی گئی۔ افسوس کہ ہمارے ہاں کے فرقہ پرستوں کا یہ مسلک کہ مسجدوں پر چڑھائی کر کے انہیں قبضہ میں لیا جائے، دیارِ غیر میں بھی جا پہنچا۔ ارے ظالمو! جس دینِ امن و انصاف کے تم لوگ علمبردار ہو اس کی طرف دوسروں کو کیا راغب کرو گے۔ جب تم اپنے اندر امن و انصاف کو قائم نہیں کر سکتے۔ اس مسجد کے انتظامات کے لیے مسلمان ملکوں کے سفیروں پر مشتمل ۲۸ افراد کی ایک کمیٹی قائم ہے۔ اتنی عظیم الشان بین الاسلامی کمیٹی کو نظرانداز کر کے ریجینٹ جامع مسجد میں "قبضہ گروہ" کا گھس آنا بہت افسوس ناک ہے۔

یہ بھی رمضان ہی کے دنوں کا سانحہ ہے کہ کراچی کے تشدد پسند طلبہ کے ہاتھوں ۵ نوجوان شہید ہوئے۔ وہیں کے ایک فسطائی گروہ نے بعض اخبارات کے خلاف مہم چلائی، ایجنٹوں اور ہاکروں کو دبایا۔ اخباری گاڑیوں کو روکا۔ لاکھوں روپے کے پرچوں کے بنڈل جلائے یا پھاڑے۔ اخبار والوں اور ان کے دفتروں پر حملے کیے۔ ایڈیٹروں کو گھروں میں دھمکیاں دی گئیں اور بعض کا محاصرہ کیا گیا۔ مار پیٹ کے واقعات بھی ہوئے۔ تکبیر اور اس کا دفتر بری طرح نشانۂ عتاب بنا اور بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیا ایسی حرکات مسلمانوں کے شایانِ شان ہیں۔ اور رمضان کے ساتھ ان کی کوئی مناسبت ہے؟

کیا ہماری یہ عبرتناک کارگذاریاں (یہاں محض ایک بیان ہو سکی) رمضان کے استقبال کے لیے باعثِ اطمینان ہیں؟

تمام فرقوں کے ۳۱ علماء نے ۱۹۵۱ء میں جمع ہو کر اپنے اجلاس ۲۱ تا ۲۴ جنوری میں بمقام کراچی ۲۲ دستوری اصولوں کا ایک خاکہ متفقہ طور پر پاس کیا تھا۔ وہ بڑے مرتبے کے علماء تھے۔ مولانا ابوالحسنات، سید سلیمان ندوی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا اظہر علی، مفتی جعفر حسین مجتہد، مفتی حافظ کفایت حسین مجتہد، مولانا احمد علی لاہوری

اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور دیگر مکاتب فکر کے سربراہ۔ انہوں نے ایک ایسی مثال قائم کی ہے جس سے اسلام کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ (خدا ان سب پہ رحمتیں فرمائے) مگر اس کے بعد زوال کے اثرات طاری ہوتے ہوتے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ پاکستان میں اب جو نمایاں دینی شخصیتیں سامنے ہیں ان میں سے ہر ایک کا رُخ الگ سمت میں ہے اور اصول و مقاصد جُدا جُدا ہیں۔ سب امام ہیں، کوئی مقتدی بننے پہ تیار نہیں، اس لیے نماز با جماعت نہیں ہو سکتی۔

اندریں صورت نہ صرف شریعت بل کو سیاست بازوں نے کھلونا بنا رکھا ہے، بلکہ طرح طرح کے فتنے یکے بعد دیگرے نمودار ہو رہے ہیں۔ پہلے عورت کی سربراہی کا قضیہ تھا، اب ایک خاتون سینٹ کی وائس چیئرمین چُنی گئی ہیں۔ وفاقی ایوان میں خواتین کی ۲۰ سیٹیں ریزرو کر دی گئی ہیں۔ ٹیلی وژن پہ مغرب کی منحوس ثقافت اور غلط الفکر بنانے والا پروپیگنڈا باہر سے نازل ہو رہا ہے۔ اور حاکموں کی رضامندی سے ہو رہا ہے۔ ہوٹلوں میں شراب بٹ رہی ہے۔ ویسے بھی کھپت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یہ سب کچھ علما کی قوت و اثر کو ختم کرنے والا ہے۔ سب ٹُک ٹُک دیکھ رہے ہیں اور کوئی اتحاد کا نسخہ استعمال کرنے پہ تیار نہیں ہے۔

شریعت بل کے مقابلے میں ہمارا مطلوب کچھ زیادہ ہے جس کا تصور کرنے کے لیے مروجہ محدود دینی رجحانات سے زیادہ وسیع سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ چاہیے یہ کہ اس ملک کا اسلامی نصب العین طے کر کے تعلیمی، تربیتی، دفتری، عسکری حلقوں میں فکر و کردار کی تعمیر کا نیا کام شروع کیا جائے۔ نیز سیاست، معیشت، معاشرت اور ثقافت کا نقشہ درست کیا جائے۔ شریعت کا تصور نہ محض قانون سازی تک محدود ہے اور نہ سزاؤں تک۔ کام اس طرح ہو کہ دنیا بھر میں محسوس ہونے لگے کہ ایک ہمہ گیر تغیر آ رہا ہے اور دنیا کے نقشے پہ امن و انصاف کی علمبردار ایک قوت اُبھر رہی ہے۔

یہ تو اعلانات و خبریات کی روشنی میں امید ہو چلی ہے کہ شریعت بل کا تحفہ بھی قوم

کو ملنے والا ہے، مگر نہیں معلوم اس بل میں کیا ہوگا اور اس کے تحت اسلام کے کون سے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ اس سے پہلے قراردادِ مقاصد پاس کر کے بھی تو برسوں فرار اور گریز میں گذار دیے گئے۔ بالکل ایسے ہی جیسے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد اور ہر ذمہ داری سے فارغ ہو جاتے ہیں۔

اب تک کوئی لیڈر اس ملک کو سچے دل سے اسلام کی محبت سے سرشار ہو کر اسلام کی علمبرداری اور اس کی خدمت کرنے اور اس کے انقلاب آفریں پیغام کو عملی شکل دینے کے لیے پاکستان میں نمودار نہیں ہوا۔ ورنہ اگر دیانت داری سے کوئی فرد اپنے گروہ کو ہم آہنگ کر کے کام کرتا تو دس سال میں ملک کی اخلاقی ہی نہیں، معاشی اور دفاعی قوت بھی کئی گنا بڑھ جاتی۔

افسوس کہ قوم کو جادۂ اسلام پر لے کے چلنے والا کوئی صاحبِ اقتدار لیڈر آج تک نمودار نہ ہوا۔ نہ کسی میں یہ تمنا ہی پیدا ہوئی کہ کاش میں ہی آسمانِ تاریخ کا وہ چمکتا چاند بن سکوں جس کی ایک دنیا منتظر ہے۔ منتظر ہی نہیں، بہت پیاسی ہے اسے مشروبِ صافی نہیں ملتا تو گدلے سیال کا جام منہ سے لگا لیتی ہے۔

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب!
اک آبلہ پا وادیٔ پُر خار میں آوے

ہائے یہ کیسا خوفناک قحط الرجال ہے۔ وائے یہ دینی شعور کا کیسا شدید کال ہے۔

کاش کہ جماعتِ اسلامی تنہا یا دوسری دینی جماعتوں کو شامل کر کے کوشش کرتی کہ ایک بصیرت مند، معتدل مزاج اور نقیبِ اسلام قیادت اس ملک میں اُبھر سکتی۔ اس خلا کو اگر ہم بھر نہیں سکتے تو پھر مغرب کی ملحدانہ فکر اور ہوس پرستانہ ثقافت تو پہلے ہی سے اُسے پُر کر کے اپنے قبضے میں لینے کے لیے بہت کام کر چکی ہے۔

بدقسمتی سے الحاد پسند، جاگیردار، فدویانِ مغرب، پرستارانِ امریکہ، سیکولر

مزاج اجتہاد یے، قادیانی، دیگر مشہور تفرقہ پرداز گروہ اور یہودی اور ہندو اور کابلی اور روسی اور اسرائیلی ایجنٹوں کے رپوٹ کے رپوٹ اسلامی نظام کے راستے میں حائل ہیں۔

یہ طاغوتی قوتیں صرف اللہ تعالیٰ کے تصرفِ خاص سے ہی ہمارے راستے سے ہٹ سکتی ہیں۔

روزے دارو! خدا سے گڑگڑا کر دعائیں کرو کہ یہ قحط الرجال ختم ہو۔ خدا و مصطفیٰ کا کوئی فدائی، بلکہ کئی فدائی اٹھیں اور زندگیوں کو سنوار دیں۔

دعائیں کرو کہ امریکہ کی تازہ خیز خدائی کا بت پاش پاش ہو جائے اور اس نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے جو من مانا دین تجویز کر کے اس کے جال میں مسلمان قوموں کو بالخصوص جکڑنے کا پروگرام بنایا ہے وہ سب ہوا ہو جائے۔ نیز اس کے فنڈامنٹل ازم کا میزائیل فضا میں ہی پھٹ جائے۔

دعائیں کرو کہ امریکہ کا اڈہ جس طرح براہ راست سعودی عرب سے اٹھ رہا ہے، اسی طرح بحرین اور کویت میں بھی قائم نہ ہو سکے، کیونکہ یہ اڈہ مسلمان ملکوں پر فوجی قوت سے استعماری دباؤ قائم رکھنے اور جبری مفاد حاصل کرنے کا ہے۔

شکرانہ کے کلمات خدا کے سامنے عرض کرو کہ کویت بڑی تباہی کے بعد بحال ہوا اور سعودی عرب مامون ہو گیا۔

دعائیں کرو کہ عراق میں امن قائم ہو، اور بوڑھوں، بچوں اور خواتین اور زخمیوں کو خوراک اور طبی امداد ملے۔ نیز امریکہ کا رویۂ عناد عراق کے متعلق ختم ہو۔

دعائیں کرو کہ کشمیری مجاہدین اور لاکھوں ستم کشانِ وادی عقوبت خانوں میں زندگی اور موت کے درمیان لٹکے ہوئے زیر تعذیب ہزارہا نوجوان اور اپنے نوابیں کی نوحہ خواں خواتین موجودہ غلامی سے نجات پالیں۔ جن کے لیے پاکستان اپنی آغوش انتظار وا کئے ہوئے ہے۔

دعائیں کیجیے کہ ہمارا ملک تخریب کاروں، مجرموں، دولت پرست لیڈروں، خیانت کار اہل کاروں، ملاوٹ کرنے والوں اور ناجائز قیمتیں وصول کرنے والوں، مزدوروں اور مزارعوں کی محنتوں کے پھل غیر اسلامی طریقوں سے لوٹ کر اپنے سارے رزق کو حرام بنا لینے والوں، بدکاری کا نظام چلانے والوں اور اس کے لیے اکساہٹیں پیدا کرنے والوں، سودی آمدنی کے اخلاقی زہر پر پلنے والوں، نیز سیاست کی مفاد پرستانہ مہرہ بازی کرنے والوں سے محفوظ و مامون ہو جائے۔ ہماری آزادی کے پھل کو یہ مختلف کیڑے چاٹ رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس اب تک ان کا تدارک نہیں۔ (کیا حکومت کا مرتب کردہ شریعت بل پاس ہو کر ان لعنتوں کے کیڑوں کے لیے کرم کش کیمیکلز کا کام کر سکے گا۔)

بہر حال یہ ہیں حالات جن میں خدا پرستوں کے لیے اور بھی لازم ہو گیا ہے کہ وہ روزوں کی زیادہ شدید پابندی کریں۔ بے روزوں سے دعوتی گفتگو کر کے ان کو روزہ دار بنائیں یا کم از کم ان کو احترامِ رمضان کی تلقین کریں، قرآن پڑھیں اور سنیں اور اسے سمجھیں، پھر اسے روزمرہ زندگی کا گائیڈ بنائیں۔ تراویح اور تہجد اور نفل ادا کریں، خیرات کریں تاکہ وہ خدا کا رشتۂ رحمت تھام کر اُس سیلابِ بلا سے بچ سکیں جو لمحہ بہ لمحہ اونچا چڑھتا جا رہا ہے۔ اب وہ ہماری ٹھوڑیوں تک ہے، تھوڑی دیر میں سروں سے گذر جائے گا اور خدا کا قانون پکار اُٹھے گا کہ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ہود-۴۳) اس راستے پر چل کر بہ تائیدِ ایزدی حقیقی عید کی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ ورنہ محض نئے کپڑے پہننے، اچھے کھانے کھانے اور سیر و تفریح کر لینے کا نام عید نہیں ہے۔

اعتذار

اس مرتبہ چونکہ مرکزی مجلسِ شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان کا اجلاس خصوصی اہمیت کا تھا، اس وجہ سے رسالہ کی ترتیب کے کام میں التوا واقع ہوا۔ شمارہ کے تاخیر سے چھپنے کی وجہ سے جو تکلیف آپ کو ہو گی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ (نعیم صدیقی مدیر)